Open Access

Al-Irfan(*Research Journal of Islamic Studies*)

Published by: *Faculty of Islamic Studies & Shariah*
Minhaj University Lahore

ISSN: *2518-9794 (Print), 2788-4066 (Online)*

Volume 08, Issue 15, January-June2023,

Email: alirfan@mul.edu.pk

حقوق نسواں کی عصری تحریکیں اور ان کے مقاصد کا ناقدانہ جائزہ

A Critical Analysis of Contemporary Feminist Movements and their Objectives

Hafiza Bushra Malik

Ph.D Scholar of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore

hafizabushra.malik58@gmail.com

Dr. Ahmad

Assistant Professor of Islamic Studies, Punjab University of Technology Rasul Mandi Bahauddin

Dr. Zahoor Ullah Alazhari

Head of the Department of Islamic Studies, Al-Qadir University Project Trust, Sohawa

ABSTRACT

The Progressive Feminists think that all human are equal, the up and down of classes is harmful for Humanity, and Women cannot enjoy freedom in the Capitalism. End of exploiter and oppressions against women, their equal rights as humans, equal chances for education and to make ideology in Philosophy are the main objectives of World Feminist Movements. To perform their duties and gain the rights as the teaching s of Islam are the objectives of faithful women in Muslims. There are also many types of Feminist Movements in Pakistan. Some movements have the objectives of women's empowerment through politics and legislations. These movements are struggling for women's equal rights in the society. Most of them want Secularism to ensure their objectives. The implement of Islamic teachings is the objective of such women who have the Islamic background. Muslim women should be aware that the objectives of the Western Feminist Movement are leading to Antichrist. To obey the West is the loss of this life and the next life after death, as it is foretold by the Prophet Muhammad (PBUH). It is a narrative research about the worldwide Feminist movements and in Pakistan and about their objectives. The objectives of contemporary Feminist movements are analyzed and criticized in this article.

Keywords:

Antichrist, Capitalism, Feminist, Fundamentalists, Humanity, Liberal, Movements, Objectives, Patriarchy, Philosophy, Progressive.

https://doi.org/10.58932/MULB0008

حقوق نسواں کا تعارف

حقوق نسواں ایک عالمگیر تحریک ہے جس کے سیاسی، معاشرتی، معاشی، نظریاتی،اور سماجی مقاصد ہیں۔اس کے اثرات پوری دنیا میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔اس کے مساوات اور برابری کے اغراض و مقاصد سے پتہ چلتا ہے کہ حقوق نسواں معاشرتی وسیاسی تحریکوں اور نظریات کی ایک لڑی ہے جس کا مقصد مرد وزن کی جنس کی سیاسی،ذاتی اور معاشرتی مساوات کو متعین کرنا ہے۔(1)

تاریخی اعتبار سے حقوق نسواں کی تحریک کے ابتدائی دور میں (Feminism) سے مراد خواتین میں موجودہ خوبیوں کو منظر عام پر لانا تھا مگر 1892ء میں فرانس میں پہلی خواتین کی عالمی کانفرنس کے بعد اس میں تبدیلی آتی چلی گئی اور اس طرح خواتین اپنے حقوق کے حصول کے لیے منظم ہوتی گئیں اب وہ مرد کے برابر حقوق کے حصول کی علمبردار ہیں۔تاریخ بتاتی ہے کہ اٹھارہویں صدی کے وسط میں حقوق نسواں کی تحریک کی موجودہ اصطلاح(Feminism) استعمال تو ہوتی تھی لیکن اس سے لغوی طور پر خواتین کی خوبیاں مراد لی جاتی تھیں۔1892ء میں پیرس میں خواتین کی پہلی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی۔اس میں فرانسیسی اصطلاح(Féministe)استعمال کی گئی جس کی پیروی میں باقاعدہ طور پر مذکورہ بالا اصطلاح انگریزی زبان میں عام ہوئی۔

تحریک نسواں کے فلسفے کے ماہرین کے مطابق خواتین کے خلاف ہونے والی ناانصافیوں کی قطعی فہرست پر اتفاق رائے نہیں ہے۔اگرچہ لفظ فیمنزم انیسویں صدی کے آخر سے لے کر موجودہ دور تک انگریزی میں خواتین کی سرگرمی سے منسلک ایک تاریخ رکھتا ہے۔یہ تحریک نسواں کے نظریات یا مفروضات کو خواتین کی سیاسی تحریکوں سے ممتاز کرنے کے لئے مفید ہے۔(2)

حقوق نسواں کی اصطلاح سے یہ وکالت اور نظریہ مراد لیا گیا کہ انسانی اصناف کی مساوات کی بنیاد پر خواتین کے حقوق مردوں کے برابر ہیں۔اگرچہ انگریزی میں اس اصطلاح کی جڑیں انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے شروع میں یورپ اور امریکہ میں خواتین کو متحرک کرنے میں نظر آتی ہیں۔تاہم مصائب کا شکار خواتین کے لئے انصاف کے حصول کی کوششیں سرگرمی کے اس اہم دور سے شروع یا اختتام پذیر نہیں ہوئیں۔کچھ مصنفین نے ریاستہائے متحدہ امریکہ اور یورپ میں

(1) Chris Beasley, What is Feminism? Sage, New York, 1999 (3).
(2)Nancy Tuana, (ed.), Feminist Interpretations of Plato, Penn State Press, University Park 1994 (37).

تاریخی طور پر مخصوص سیاسی تحریک کا حوالہ دینے کے لئے تحریک نسواں کی اصطلاح استعمال کی ہے۔دیگر مصنفین اس یقین سے یہ حوالہ استعمال کرتے ہیں کہ خواتین کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے۔

حقوق نسواں کی مختلف تحریکوں کے مقاصد

بنیادی طور پر حقوق نسواں کی تحریک میں کئی طرح کے مکاتب فکر پائے جاتے ہیں۔آزاد خیال نسوانی ماہرین جو کہ خواتین کے جبر کو معاشرتی،سیاسی اور قانونی تناظر میں دیکھتے ہیں۔بنیاد پرست حقوق نسواں ماہرین باپ یعنی مرد کے سربراہِ خاندان بننے کے خلاف ہیں۔وہ اس خیال کے حامی ہیں کہ پدر سری نظام (Patriarchy) کو ختم کردیں اور خواتین کو جنسی اور تولیدی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔بنیاد پرست ثقافتی ماہرین نسواں کا نکتہ نظر یہ ہے کہ خواتین لازمی طور پر جنس کے چنگل سے آزادی حاصل کریں۔اس طبقے کی یہ سوچ انتہا پسندانہ ہے۔اس سے انسانیت کی نوع کا مستقبل داؤ پر لگ جائے گا۔

ادیان عالم پدر سری نظام کے حامی ہیں،اور اسلام خاص طور پر خواتین کے حقوق پورا کرنے پر زور دیتا ہے۔خواتین کے استحصال کے خاتمے اسلامی قانون سازی اہمیت کی حامل ہے،ضرورت ہے کہ اس پر صحیح معنوں میں عمل کیا جائے۔آزاد خیال ماہرین،خواتین کے جبر کو معاشرتی،سیاسی اور قانونی رکاوٹوں کی جڑ سے تعبیر کرتے ہیں۔بنیاد پرستی سے متعلق حقوق نسواں والوں کا خیال ہے کہ خواتین پر ظلم و ستم کا شکاری پدر سری نظام ہے،اس کو مکمل طور پر ختم کیا جانا چاہئے اور خواتین کو جنسی اور تولیدی مکمل آزادی کا استعمال کرنا چاہئے۔بنیاد پرست ثقافتی نسوانی ماہر خواتین پر زور دیتے ہیں کہ وہ لازمی طور پر عصبی جنس کے ادارے سے خود کو نکلوائیں۔(1)

حقوق نسواں کے آزاد خیال علمبرداروں کے مطابق معاشرے میں مرد کی حاکمیت کو مکمل طور پر ختم کردینا چاہیے جبکہ اسلامی اور قرآنی تعلیمات میں مرد کو عورت کا یعنی بیوی کی کفالت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اس کا نان ونفقہ اس کی ذمہ داری ہے مگر جدید تہذیب کے آزاد خیال ماہرین عورت پر ان پابندیوں کے خلاف ہیں اور وہ اس کو عورت کے استحصال سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے بلکہ مغرب والوں نے عورت کو نام نہاد آزادی کا نعرہ لگا کر معاشی پابندیوں میں جکڑ دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ گھریلو امور عدم توجہ کا شکار ہوگئے اور ہوں ان کا گھر ٹوٹ گیا اور خاندانی نظام درہم برہم ہوگیا ہے اور ان کے دانشور اب اس صورتحال سے پریشان ہیں۔

---

(1) International Encyclopedia of the Social & Behavioral Sciences, Elsevier Ltd. 2001 (5484).

آزاد خیال نسواں سیاسی فلسفی تحریک نسواں کے دو بیانیوں کے بارے میں فرق کرتے ہیں۔ ان کے بقول ایسا لگتا ہے کہ حقوق نسواں میں دعووں کے لحاظ سے کم از کم دو گروہ شامل ہیں۔اس وجہ سے کہ ایک گروپ کی نظر میں عورتوں اور مردوں کو برابری کے حقوق اور احترام کا ہونا ایک لازمی دعویٰ ہے۔اور دوسرا وضاحتی یا بیانیہ دعویٰ ہے کہ خواتین کے مساوی حقوق اور احترام سے انکار کیا گیا ہے۔ واقعی یہ دعویٰ کہ خواتین حقوق اور احترام کے لحاظ سے پسماندہ ہیں، یہ خالصتا وضاحتی یا بیانیہ دعویٰ نہیں ہے کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ اس میں ایک تشخیصی بنیاد بھی شامل ہے۔(1)

مغربی حقوق نسواں میں ایک طبقہ ترقی پسند بھی ہے۔ یہ طبقہ ادیانِ عالم اور ان کی تعلیمات سے مکمل بیزار ہے۔ مارکسی، سوشلسٹ نسوانیت پسند دعوی کرتے ہیں کہ طبقات پر مبنی معاشرے میں حقیقی آزادی کا حصول ناممکن ہے۔ کثیر الثقافتی نسائی ماہرین نے اس کی وضاحت کی ہے کہ کس طرح یکساں حقوق کے خیال کو آزادی کے بجائے جبر کے ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔مابعد جدیدیت کے نسوانی ماہرین مغرب کی دوہری سوچ کو چیلنج کرتے ہیں۔ عالمی حقوق نسواں تحریک دنیا بھر میں خواتین کے عالمی مفادات پر زور دیتی ہے۔ماحولیاتی ماہرین انسانوں کے مابین غیر انسانی دنیا سے تعلق پر توجہ دیتے ہیں۔(2)

حقوق نسواں نظریہ اخلاقیات اور آزاد خیال دونوں نظریوں پر تنقید کرتا ہے۔ فحاشی پر مبنی مفادات کی اس اپیل کی بنا پر اخلاق پرستوں کے اعتراضات خواتین پر فحاشی کے اثرات پر نسائی ماہرین کی تشویش سے یکسر مختلف ہیں۔ آزادی اظہار رائے کے آزاد خیال لوگوں کے تحفظات یہ تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ مرد ہی وہ لوگ ہیں جو سیاسی تقریر پر قابو رکھتے ہیں اور طاقت کے ذرائع تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے خواتین اکثر محروم رہ جاتی ہیں۔ ہر طرح کی تحریک کو غیر منظم ہونا چاہئے اس آزد خیال نقطہ نظر کو یہ تسلیم نہیں کیا جاتا ہے کہ طاقتور مردوں نے عورتوں کو فحش نگاری میں ان کی وضاحت کرنے کے لئے اختیار کیا ہے جس نے خواتین کی آواز کو خاموش کر دیا ہے۔اخلاقیات اور آزادانہ نظریات کے برخلاف، نسائی حقوق کی نگاہ میں خواتین کے بارے میں سلوک اور فحش سلوک کے اثرات پر مرکوز ہے جن میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک شامل ہے، لیکن اس میں جسمانی نقصان تک محدود نہیں۔

(1) Okin, Susan Moller, Justice, Gender, and the Family, Basic Books, New York 1989 (75).
(2) International Encyclopedia of the Social & Behavioral Sciences, Elsevier Ltd. 2001 (5484).

امریکہ کے بنیاد پرست نسواں تحریک کے کارکن سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا خواتین کے ماتحت رہنے کا بنیادی ماخذ خاندان میں اس کا کردار ہے یا مزدور مارکیٹ میں؟ مردانہ جنسی پریشانیوں کے کیا رجحانات ہیں اور ان رجحانات کا ماخذ کیا ہے؟ یا یہ صرف تولیدی عمل میں خواتین کا حیاتیاتی کردار ہے؟ (1)

اسلام پر کاربند خواتین کو مغرب میں نسائی طبقہ کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح سورۃ النساء سے اخذ کی گئی ہے۔ حقوق نسواں کی دیندار ماہرین نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یکساں حقوق کی آڑ میں عورت کو آزادی دینے کی بجائے اس پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہے اور یوں دراصل اس کی آزادی سلب سی ہو کر رہ گئی ہے اور یوں صنف نازک ذمہ داریوں کی بھٹی میں جھونک دی گئی ہے۔

اسلامی احیاء پسند خواتین کی نئی نسل کے عروج پر زیادہ تشویش ہے جو مذہبی تناظر کے تحت خواتین کے تمام حقوق کو عقلی سمجھنے کی کوشش کرتی ہے اور لادینی نسوانیت کو غیر متعلق قرار دیتی ہے جب کہ خصوصی طور پر اسلامی تاریخ، ثقافت اور روایت کے آس پاس خواتین کے حقوق پر مباحثے کرتی ہے۔(2)

مغربی معاشرے میں خواتین کا کردار اس کی معاشی سرگرمی سمجھا جاتا ہے جبکہ مشرقی معاشرے میں اس کا کلیدی کردار گھر گرہستی میں ہے اور یوں حمل ٹھہرنے سے لے کر بچے کی پیدائش بلکہ دودھ پلانے، پرورش اور تربیت کے تمام مراحل میں ایک سمجھ دار مشرقی ماں پوری ذمہ داری کا مظاہرہ کرتی ہے اور اسلام میں صحیح خطوط پر تربیت والدین کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

خواتین پر جبر اور ستم کے انسداد کے مقاصد

حقوق نسواں کی تحریک پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حقوق نسواں کی بنیاد اس مفروضے پر مبنی ہے کہ مردوں کے مقابلے میں خواتین مظلوم یا پسماندہ ہیں اور ان پر یہ ظلم کسی طرح ناجائز اور بلاجواز ہے۔اس عمومی خصوصیت کے تحت، خواتین اور ان کے جبر کی بہت سی تشریحات کی جا رہی ہیں، تاہم، نسوانیت کو ایک ہی فلسفیانہ مفروضہ سمجھنا یا کسی متفقہ سیاسی پروگرام کے مترادف کہنا غلطی ہے۔(3)

---

(1) Firestone, Shulamith, The Dialectic of Sex: The Case for Feminist Revolution, Bantam , New York1970 (145).
(2) South asian feminisms: negotiating new terrains by Afiya Shehrbano Zia, 2009 (29).
(3) Routledge Encyclopedia of Philosophy, Routledge, London, 1998 (10/576).

حقوق نسواں کی تحریک کی بنیاد محض اس مفروضے پر رکھی گئی ہے کہ خواتین مظلوم اور پسماندہ ہیں اور مرد ظالم، جابر۔ یہ سوچ ٹھیک نہیں۔ ہر معاشرے میں کچھ مرد ہوتے ہیں جو ایسے ہی رویے کا مظاہرہ کرتے ہیں، مگر مشرقی معاشرے میں مردوں کی غالب اکثریت عورت کو احترام دیتی ہے وہ چاہے بیٹی، بہن، ماں یا بیوی کا رشتہ ہو اسے اسلام میں قدر و منزلت دی جاتی ہے۔ اس لیے کسی ایک مفروضے کو بنیاد بنانا درست نہیں۔

ظلم و ستم اور نقصان کے تصورات میں حقوق نسواں والے متفق نہیں ہیں۔ حقوق نسواں صرف وہی نہیں ہیں جو خواتین سے انصاف کے لئے اصولی طور پر کاربند ہیں۔ حقوق نسواں خود کو خواتین کی طرف سے معاشرتی تبدیلی لانے کی وجوہات سمجھتے ہیں۔ اس نظریاتی سوال کے بارے میں حقوق نسواں کے اندر کافی بحث ہے کہ خواتین کے لئے مکمل انصاف کیسے شمار ہوگا؟ حقوق نسواں کی غلطی کی کیا فطرت ہے؟ مثال کے طور پر، کیا یہ غلط ہے کہ خواتین کو مساوی حقوق سے محروم کیا گیا ہے؟ کیا خواتین کو مساوی احترام سے انکار کیا گیا ہے؟ یہ کیا ہے کہ خواتین کے تجربات کو نظر انداز کیا گیا ہے اور ان کی قدر نہ کی گئی ہے؟ کیا یہ سب کچھ اوپر اور زیادہ ہے؟ مسائل کی نشاندہی کرنے اور ان کو حل کرنے کے لئے ہمیں کس فریم ورک کا استعمال کرنا چاہئے؟(1)

اس بات پر غور و حوض کی ضرورت ہے کہ کیا خواتین کو حقوق کے حوالے یا احترام انسانیت کے حوالے سے انکار کیا گیا ہے یا یہ خود ساختہ مفروضہ گھڑ کر اس پر حقوق نسواں تحریک کا بلند و بالا ڈھانچہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اس کا زمینی حقائق کے حوالے سے از سر نو جائزہ لینا چاہیے۔ حقوق نسواں کے دعوے میں خواتین مظلوم بتائی جاتی ہیں جو کہ ایک لحاظ سے بہت بڑے پیمانے پر ظلم، غلط یا ناجائز ہے۔ اس بیانیے کو کو مزید آگے بڑھا کر تمام انسانیت کے لیے مکمل انصاف کی بات کرنی چاہیئے۔ کوئی بھی حقوق نسواں کے ہدف کی خصوصیت شمار کر سکتا ہے کہ خواتین پر ظلم و ستم کو ختم کرنا ہے۔ لیکن اگر ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ خواتین کو صرف جنس پرستی کے ذریعہ ہی نہیں، بلکہ بہت سے طریقوں سے، جیسے طبقاتی، ہوموفوبیا، نسل پرستی، عمر پرستی، اہلیت پسندی وغیرہ کے ذریعہ مظالم ڈھائے جاتے ہیں تو پھر ایسا لگتا ہے کہ نسائیت کا ہدف اس سارے ظلم کو ختم کرنا ہے جو کہ خواتین کو متاثر کرتا ہے۔ اور کچھ نسائی ماہرین نے اس تشریح کو اپنایا ہے۔(2)

---

(1) Nancy Tuana and Rosemarie Tong (eds), Feminism and Philosophy, Westview Press, Boulder, CO, 1995 (95).
(2) Barbara Crow, Radical Feminism: A Documentary Reader, New York University Press, New York, 2000 (1).

حقوق نسواں والوں کو سوچنا چاہیئے کہ وہ مفروضے کو نتیجہ بنارہے ہیں۔ان کے مطابق عورت مظلوم ہے۔کچھ کا خیال ہے کہ عورت پر محض جنسی تشدد ہی نہیں بلکہ دیگر طریقوں سے بھی ظلم کیا جاتا ہے اور بعض نسائی ماہرین نے اس نظریئے کی تائید کی ہے۔تمام تر مظالم کی کھوج ضروری ہے۔اس کا حل یہ ہے کہ ظالموں کے خلاف کھڑا ہو جائیں۔آزادی کی جدوجہد کی حیثیت سے حقوق نسواں کو اپنی تمام شکلوں میں تسلط کے خاتمے کے لئے وسیع جدوجہد کے وجود کو حاصل کرنا ہوگا۔ہمیں یہ سمجھنا چاہئے کہ نسل پرستانہ تسلط نسل پرستی اور گروہی ظلم وجبر کی دیگر اقسام کے ساتھ ایک نظریاتی بنیاد کا حامل ہے،اور اس امر کی کوئی امید نہیں ہے کہ اس کا خاتمہ ہوسکے گا جب تک یہ نظام برقرار ہیں۔اس علم کو مستقل طور پر حقوق نسواں کے نظریہ اور عمل کی آگاہی دینی چاہئے۔(1)

یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ کوئی عورت محض اس لئے کسی قسم کے ظلم وستم کا نشانہ نہیں بنتی کیونکہ وہ ایک عورت ہے۔وہ اس طرح کے جبر کا سامنا کرتی ہے کہ وہ عورت کس نوع یا برادری کی ہے۔یہ ایسی دنیا ہے جہاں ایک عورت نسل پرستی، طبقاتی، ہوموفوبیا، یہودیت پرستی کا شکار ہوسکتی ہے۔اگر وہ اتنا تابع نہیں ہے تو وہ اپنی نسل، طبقے، مذہب، جنسی رجحان کی وجہ سے ہے۔لہذا یہ کبھی بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ عورت کے ساتھ سلوک صرف اس کی صنف کی وجہ سے کیا جائے اور اس کی طبقے یا نسل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(2)

دراصل ظلم وستم کی کئی بنیادیں ہیں۔ ظلم بہت سی شکلیں اختیار کرتا ہے،اور کسی ایک شکل کو باقی سے زیادہ بنیادی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ حقوق نسواں والے ایک صنف کو لے کر اسے بنیادی حیثیت دیتے ہیں۔ گویا ان کا یہ فعل کئی اور مظالم کی شناخت کرنے سے انکار کرنا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ظلم کے پانچ چہرے ہیں استحصال، پسماندگی، بے اقتدار، ثقافتی سامراج،اور منظم تشدد۔(3)

---

(1) Bell Hooks, Talking Back: Thinking Feminist, Thinking Black, South End Press Boston, MA, 1989 (22)
(2) Elizabeth Spelman, Inessential Woman: Problems of Exclusion in Feminist Thought, Beacon Press, Boston, 1988 (52).
(3) Shannon Winnubst, "Humanism, Gynocentrism and Feminist Politics", Women's Studies International Forum, Vol. 8, No. 3, 1990 (173).

جسمانی تشدد، ذہنی یا معاشی تشدد بھی مضر ہے۔ صنف نازک کا استحصال محض جنسی تشدد تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کی بہت سی اقسام ہیں مثلاً بے اقتدار، پسماندگی، ثقافتی یلغار وغیرہ سب شامل ہے۔ اسی طرح کسی عورت کے ساتھ سلوک صرف اس کی صنف کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے سماجی رتبے اور نسل کی وجہ سے ہوتا ہے۔

حقوق نسواں میں انسانی مساوات کے مقاصد

تحریک حقوق نسواں کے مقاصد میں سے سب سے اولین مقصد بغیر جنس کی تفریق کے انسانوں کی برابری ہے۔ یہ تحریک پورے عالم میں بتدریج زور پکڑ چکی ہے اور بہت سے ممالک میں خواتین مردوں کے مساوی حقوق حاصل کر چکی ہیں اور بہت سے ملکوں میں وہ اس کے حصول کے لیے منظم ہو چکی ہیں۔ حقوق نسواں کا نظریہ سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی نظریہ نئی سمتوں میں آگے بڑھتا رہا ہے۔ یہ پیشرفت فطری طور پر گوری رنگت نہ رکھنے والی رنگدار خواتین کے ذریعے کی جانے والی داخلی تنقید کا مرہون منت ہے جو طبقات نسل پرستی، جنس پرستی اور عالمی عدم مساوات کے مسئلے جیسے سماجی محوروں کے گرد فرق کے سوالات اٹھانے میں اہم رہی ہیں۔

صنف یا جنس سے مراد وہ تمام معاشرتی قوتیں ہیں جن کے حوالے سے، مرد یا عورت ہونے کی وجہ سے کسی کی زندگی پر اثر پڑتا ہے۔ اس کی توجہ ثقافتی، سیاسی، اور معاشی انتظامات جیسے معاشرتی اصول، عقائد، قوانین، اور اداراتی طریقوں پر ہے۔ فیمنسٹ کی اصطلاح کے بہت سے مختلف معنی ہیں، لیکن زیادہ تر کا یہ عقیدہ ہے کہ مرد اور عورت ہونے کی وجہ سے جنس پرست اور تعصب کے ذریعے مسخ شدہ دانشوری پہلے سے رہی ہے اور اب بھی ہے۔(1)

حقوق نسواں کا نظریہ مختلف جہتوں میں آگے بڑھتا رہا ہے۔ اس میں بنیادی طور پر رنگ دار خواتین یعنی پیلی، گندمی رنگ کی خواتین کا حصہ زیادہ نمایاں ہے کیونکہ وہ گوری/سفید فام خواتین کو حقوق ملنے کے بعد احساس محرومی کا شکار ہوئیں جس کے رد عمل میں انہوں نے خود کو زیادہ منظم اور مدلل کیا اور اس تحریک میں نئی روح پھونک دی اور بتدریج منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

حقوق نسواں صرف ایک صدی یا اس سے زیادہ عرصہ سے مغرب میں گوری خواتین تک محدود نہیں ہے۔ مزید یہ کہ لوگ یورپ اور امریکہ میں مردانہ تسلط کے خلاف حالیہ کوششوں پر غور کرتے ہوئے 1920ء اور 1960ء کی دہائیوں کے

(1) International Encyclopedia of the Social & Behavioral Sciences, James D. Wright (Edt.), Elsevier Ltd. 2001 (5910).

درمیان ابھرنے والی تحریک نسواں کی پہلی اور دوسری لہر سمجھتے ہیں اور خاص طور پر رنگدار اور محنت کش طبقے کی خواتین کی مردانہ تسلط کے خلاف جاری مزاحمت اور مرکزی دھارے کی سیاست سے باہر کی مزاحمت کو نظرانداز کرتے ہیں۔(1)

حقوق نسواں تحریک کا آغاز گو سفید فام خواتین نے کیا مگر یہ تحریک محض گوری رنگت والی خواتین تک محدود نہیں رہی بلکہ بڑی سرعت سے اس کا دائرہ کار وسیع ہوتا چلا گیا اور گوری رنگت نہ رکھنے والی خواتین اس تحریک کی طرف تیزی سے راغب ہوئیں۔ حقوق نسواں عقائد کا روپ دھار گئے ہیں۔ان کے بنیادی مجموعہ کی شناخت کے لیے ان سیاسی نظریات پر توجہ دینی چاہئے جو واضح طور پر اس اصطلاح اور خواتین کے مساوی حقوق سے وابستگی کے لئے بنائے گئے ہیں۔ خواتین کے حقوق کی حمایت اور حمایت کا عزم صرف مغرب میں خواتین کی آزادی کی تحریک تک ہی محدود نہیں رہا ہے بلکہ اس نے کئی تنازعے کھڑے کیے ہیں کیونکہ اس نے سیاسی اور معاشی زندگی کے لئے ایک وسیع پیمانے پر آزاد خیال نظریے کے تحت ہی حقوق نسواں کا خاکہ بنایا ہے۔(2)

تعلیم کے برابر مواقع کے حصول کے مقاصد

تحریکِ نسواں کے بڑے مقاصد میں سے یہ بھی ہے کہ خواتین کو مردوں کی طرح تعلیم کے شعبے میں برابری کے مواقع ملیں۔ تعلیم و شعور کی بہتری کی وجہ سے خواتین مضبوط ہوں گی، اور ان کا استحصال کرنے کی کوششوں کی روک تھام ہوگی۔ سیاسی حیثیت یا مفروضے کے مجموعے کے طور پر حقوق نسواں کے کچھ بنیادی عناصر یہ ہیں کہ حقوق نسواں کا زیادہ تر نظریہ اس دعوے کا مقابلہ کرتا ہے کہ عورتیں مردوں سے کمتر ہیں۔ سیاست دان، سپاہی، اسکالر، منیجر، یا کارکن جیسے اچھے انعام والے عوامی کرداروں کے لئے خواتین کو مکمل طور پر نااہل قرار دیا جاتا ہے۔ آزاد خیال نسوانی ماہروں نے بتایا کہ بہت سی خواتین ان عہدوں کے لیے قابلیت رکھتی ہیں، بشرطیکہ انہیں وہی تعلیم اور غیر رسمی معاشرت مہیا کی جائے جو مردوں کو مہیا کی جاتی ہے۔

حقوق نسواں تحریک کے حامی ان اس مطالبے پر زور دیتے ہیں کہ تعلیمی اداروں میں نصاب اور پڑھائی لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے مخلوط ہونی چاہیے۔ تعلیم میں حقوق نسواں نظریہ عموماً بڑے نصابی ڈھانچے، رجحانات اور زمرے کے ساتھ خود کو منسلک کرتا ہے۔ بنیادی فرق یہ ہے کہ مساوات کرتے ہوئے تعلیم پر توجہ مرکوز کرنا حقوق نسواں کا معیار ہے۔

(1) Nancy Cott, The Grounding of Modern Feminism, Yale University Press, New Haven, 1987 (147).

(2) Bartky, Sandra Lee, Femininity and Domination: Studies in the Phenomenology of Oppression, Routledge, New York, 1990 (68).

جنسی تعلیم عصری تحریکوں کی ایک اوراہم ترجیح ہے۔ حقوق نسواں نے عوامی اور پیشہ ورانہ سر گرمی پر، تجربات میں صنف کے مطالعے پر زور دیاہے۔اس نے ایک دوسروں سے متعلق اعلیٰ تعلیم، بالغ تعلیم اور قبل از کالج تعلیم پر صنفی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی ہے۔ اگرچہ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ بہت سی خواتین اچھی طرح زندگی گزار رہی ہیں لیکن فلسفہ اور تعلیمی فلسفہ میں حقوق نسواں کے نظریہ کو سمجھنا آج بھی ضروری ہے۔ادارے میں اس کی تاریخ کو خاکے کا ایک مجموعہ بتایا گیاہے جو نظریاتی تفریق کے ذریعے تیار ہواہے۔اس سے پہلے کی تاریخ فکر کو تین اہم شکلوں میں ترتیب دیا جاسکتاہے۔ حقوق نسواں کی ابھرتی لہریں، فلسفے میں نسائیت اور حقوق نسواں کا نظریہ اور تعلیم۔(1)

حقوق نسواں کو فلسفیانہ انداز سے ترقی دینے کے مقاصد

عصر حاضر میں حقوق نسواں کی تحریکیں بلند مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔اس عالمی تحریک کا بنیادی فلسفہ انسانی مساوات کا علمبر دار ہے۔اس کے حامیوں کے نزدیک محض جنسی بنیاد پر عورت کا استحصال بہت بڑی ناانصافی ہے۔ وہ ان دلائل پر زور دیتے ہیں کہ سیاسی، معاشرتی، سماجی اور معاشی حوالوں سے محض صنف نازک ہونے کی وجہ سے عورت کا دیدہ ودانستہ استحصال کرنا شدید ناانصافی ہے۔ حقوق نسواں کے ترجمانوں کے مطابق یہ ایک فکری وابستگی کی سیاسی تحریک ہے جو خواتین کے لئے انصاف اور ہر طرح کے جنسی تضاد کے خاتمے کی راہ تلاش کرتی ہے۔ معاشرتی انصاف کی جستجو اور حقوق نسواں کیتحقیق کے ذریعے معاشرتی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی مظاہر کے بارے میں وسیع تناظر فراہم کرتی ہے۔

فلسفے کی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہوئے خواتین سمجھنے لگی ہیں کہ ان کے مسائل سے عدم دلچسپی برتی گئی۔ان ادوار میں خواتین کے ماتحت ہونے کے بارے میں کوئی خاص سیاسی سر گرمی نہیں ہوئی۔ محض چند افراد کی جانب سے خواتین سے انصاف کے بارے میں تشویش اور نظریہ دیا گیا۔ مثال کے طور پر، یہ پوچھنا سمجھ میں آتاہے کہ آیا افلاطون نسوانی حقوق کا علمبر دار تھا؟اس کا خیال تھا کہ کچھ خواتین کو حکمرانی کے لئے تربیت دی جانی چاہئے۔ وہ اپنے تاریخی تناظر میں ایک استثناء تھا۔(2)

حقوق نسواں کے نظریے میں تحریروں کے خاکے پائے جاتے ہیں، جس میں خواتین کی تعلیم کی تاریخ سے لے کر مخصوص فلسفیانہ رابطے تک شامل ہیں۔ تعلیم کے بارے میں تحریریں وقت کے ساتھ ہی مل گئیں ہیں جبکہ جدید حقوق نسواں کی نظریہ سازی کا آغاز اساتذہ نے 1970 کی دہائی میں شروع کیا تھا۔

---

(1) International Encyclopedia of Education (Third Edition) 2010 (56).
(2) Feminist Interpretations of Plato by Nancy Tuana, 1994 (38).

مغرب میں 1970ء کی دہائی میں زیادہ خواتین نے فلسفہ سمیت اعلیٰ تعلیم میں پیشے کا آغاز کیا۔تب حقوق نسواں کے عصری فلسفیانہ نظریے سامنے آئے۔معلمات نے فلسفیانہ جانچ پڑتال کے اپنے تجربے سے کئی اہم نسوانی معاملات بھی اٹھانا شروع کردیئے۔انہوں نے اپنے سامنے موجود نسائی تحریکوں کے ساتھ ساتھ ان کی فلسفیانہ تربیتکو بھی متاثر کیا۔مسائل ابھی بھی درپیش ہیں جیساکہ ابھی تک حقوق نسواں کے فلسفے کے مطالعہ کے لئے کوئی بھی گریجویٹ اسکول نہیں ہے۔ 1970ءکو سب سے بڑااور پرجوش مظاہرہ نیویارک میں منعقد ہوا جس میں سینکڑوں خواتین نے پلے کارڈ اٹھاکر نیویارک شہر میں مارچ کیا۔ان کارڈز پر یہ نعرے درج تھے کہ خواتین بلا معاوضہ غلام ہیں، مظلوم خواتین رات کا کھانانہ بنائیں،آج رات شوہر کو بھوکا مرنے دیں،قربانی دیناترک کردیں،اسقاط حمل کو قانونی بناؤ،کسی پر انحصار کرنے کی حالت میں زندہ رہنا کوئی اچھا عمل نہیں۔

حقوق نسواں کے فلسفیانہ مطالعے کاآغاز خواتین کے کرداراور مقام ومرتبے کی طرف توجہ سے ہوتاہے۔خواتین کیا کررہی ہیں؟وہ کون سے سماجی یاسیاسی مرتبے پر فائز ہیں یا کیاوہ اس دائرے سے خارج ہیں؟ان کی سرگرمیوں کو مردوں کے مقابلے پر کیسے موازنہ کیا جاسکتاہے؟کیاخواتین کے کچھ گروہوں کی سرگرمیاں یاافعال دیگر گروہوں سے مختلف ہیں اور کیوں؟خواتین کے مختلف کرداراور مقامات کیااجازت دیتے ہیں یااس سے بازرہناہوتاہے؟ان کے کردار کی قدر یاناقدری کی گئی ہے؟عورت کی آبادی کی پیچیدگیاں،اس کی کلاس، نسل، قابلیت اور جنس سمیت اس کے مقامات پر کیااثر ڈالتی ہیں؟

خواتین کے تجربات اور خدشات پر توجہ کی ضرورت ہے۔کیاخواتین کے تجربات یاپریشانیوں میں سے کسی کو نظرانداز کیا گیاہے؟ان کی طرف توجہ ہمارے موجودہ طریقوں یااقدار کو کیسے بدل سکتی ہے؟اور یہاں سے ہم علامتی فکر کے دائرے میں چلے جاتے ہیں۔فلسفے کی تحریروں کے اندر نسائی افکار کی تعمیر کی جاتی ہے؟فلسفہ کے مرکزی تصورات کی موجودگی یااس کی عدم موجودگی کے ذریعے نسائی فکری تشکیل میں کیاکرداراداکرتی ہے؟

حقوق نسواں کی پاکستانی تحریک اوران کے مقاصد

صنف نازک ہونے کے حوالے سے جب عورت کو یہ احساس ہواکہ مردان کے حقوق غصب کررہے ہیں اورانہیں مختلف ناروا پابندیوں میں جکڑا گیاہے،تواس شعور کے بیدار ہوتے ہی صنف نازک میں حقوق نسواں کی تحریک نے انگڑائی لی۔ پاکستان

میں حقوق نسواں سے مراد ایسی تحریکیں ہیں جن کا مقصد پاکستان میں خواتین کے حقوق کا تعین، قیام اور ان کا دفاع کرنا ہے۔اس میں مساوی مواقع کے ساتھ ساتھ سیاسی، معاشی اور معاشرتی حقوق کا حصول بھی شامل ہو سکتا ہے۔(1)

پاکستان میں حقوق نسواں کی بنیادی تنظیم آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن (اپوا) ہے۔اس کے مقاصد جامع ہیں۔ یہ ہر طرح سے خواتین کے حقوق کے مفادات کے لیے کام کرتی ہے۔ایک تنظیم خواتین کی سیاسی شراکت کا پروجیکٹ کہلاتی ہے۔خواتین کی سیاست میں شرکت کے لیے حالات ساز گار بنانا اس تنظیم کا مقصد ہے۔ عورت فاؤنڈیشن اور تحریک نسواں کے نام سے بھی تنظیمیں بنائی گئی ہیں۔ سندھیانی تحریک سندھی خواتین کی تحریک ہے۔ ویمن ڈیموکریٹک فرنٹ جمہوریت اور جمہوری اداروں کے ذریعے خواتین کے حقوق کے لیے کام کرتی ہے۔ایک تنظیم پاکستان فیڈریشن آف بزنس اینڈ پروفیشنل ویمن ہے۔ یہ خواتین کے لیے تجارت اور پیشہ وارانہ مواقع کی جستجو کرتی ہے،اور اس بارے میں ان کے حقوق کی نگہبانی کرتی ہے۔خواتین کی معاشی خود کفالت ایک نیا تصور ہے،اس بارے میں اب توجہ مبذول کی جارہی ہے۔ حتیٰ کہ دیسی سستے کھانے پینے کے مراکز میں خواتین کے کام کی طرف رغبت دلانے کے لیے گرلز ایٹ ڈھابا زبنائی گئی ہے۔اقلیتی طبقے کی خواتین بھی اپنی منفرد شناخت کے لیے کوشاں ہیں، جیسے ینگ ویمن کرسچن ایسوسی ایشن (YWCA) مسیحی خواتین کے حقوق کے لیے متحرک ہے۔ جدید دور کے لحاظ سے چند اہم تنظیموں میں ویمن ایکشن فورم (WAF)، پیکس فیمینا ہیں۔ خواتین کی نمائندگی اجاگر کرنے کے لیے اور ان کے حقوق کے لیے شرکت گاہ اور عورت مارچ مختلف پروگرام مرتب کرتی ہیں، جن میں سے آخر الذکر یعنی عورت مارچ کی سرگرمیوں میں کئی تنظیمیں شامل ہو جاتی ہیں،اور طرح طرح کے نعروں کی وجہ سے یہ اقدام موضوع بحث بنتا جارہا ہے۔

پاکستانی تحریکوں کے سیاسی مقاصد

فاطمہ جناح آج تک پاکستان میں خواتین کی ایک مقبول ترین شخصیت ہیں۔ وہ پاکستان میں خواتین میں حقوق کا شعور بیدار کرنے کا ایک ذریعہ تھیں۔اسی طرح بیگم رعنا لیاقت علی خان طویل عرصہ تک سیاست میں اہم کردار ادا کرتی رہی۔ ظلِ ہما عثمان ایسی پاکستانی سیاست دان اور کارکن تھیں، جنھیں فروری 2007ء کو قتل کر دی گئی۔ سیاست میں سب سے زیادہ محترمہ بے نظیر بھٹو کامیاب رہیں۔ وہ عالم اسلام کی پہلی خاتون وزیر اعظم تھی۔ان کو پاکستان کی پہلی خاتون وزیر اعظم بننے کا اعزاز حاصل ہے، جنھیں 27 دسمبر 2007 کو قتل کیا گیا۔ بھٹو خاندان کی ایک اور رکن فاطمہ بھٹو پاکستان میں حقوق نسواں کی آواز بلند کرنے میں

(1) "Feminism and the Women Movement in Pakistan" Retrieved: Dec 03, 2019, from www.fes-asia.org

نمایاں ہیں جیسا کہ خواتین کی ترقی، خوشی، پیشے کی ترقی، کاروباری صلاحیت، کام اور کنبہ کے نظم و نسق کا عزم لیے ہوئے اور کامیاب خواتین، خواتین کی صحت، معاشرتی مسائل اور ذاتی مالی معاملات کے بارے میں معلومات پیش کرتے ہوئے ہندوستانی خواتین کے دنیا میں مقام اور نظریات پیش کرنے کے لئے سر گرم ویمن ویب میں ہے:

> فاطمہ بھٹو سابق وزیر مرتضی بھٹو کی بیٹی اور سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی پوتی ہیں۔ وہ تین ناولوں کی مصنفہ ہیں۔ خون اور تلوار کے گیت اس کے والد کی یادداشت ہیں، جن کو قتل کیا گیا تھا۔(1)

پاکستان میں کئی خواتین تنظیمیں جمہوریت کے جاری رہنے اور اس نظام سیاست سے خواتین کو فائدہ دلانے میں متحرک ہیں، جیسے پاکستان جمہور پسند خواتین اور ڈیمو کریٹک ویمن ایسوسی ایشن (DWA) وغیرہ۔ تحریک پاکستان کے دوران برصغیر کی خواتین کو حق رائے دہی مل چکا تھا جیسا کہ مہناز رفیع تحریک پاکستان میں خواتین کی جدوجہد کے بارے میں لکھتی ہیں:

> بیگم اکرام اللہ کلکتہ، علیگڑھ، دہلی اور سندھ یونیورسٹی کی مجالس عاملہ کی منتخب رکن رہیں۔ وہ 1940ء میں مسلم لیگ کی باضابطہ رکن بنیں۔ 1942ء میں مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے خواہش پر ہندو طالبات کی تنظیم کے مقابلے میں آپ نے مسلم ویمنز سٹوڈنٹس فیڈریشن کی پہلی کانفرنس منعقد کی۔ جن دنوں برطانیہ میں خواتین ووٹ کے استعمال کا حق مانگ رہی تھیں بیگم شائستہ اکرام اللہ جیسی باشعور، جرأت مند خواتین انتخاب میں حصہ لے رہی تھیں اور وہ ہندستان کی دستور ساز اسمبلی کی رکن منتخب ہوئیں۔ آپ نے مہاجرین کی آبادکاری اور بحالی کے لیے بہت کام کیا۔(2)

قائد اعظم کا انتقال ہوا تو ستمبر 1948ء کو لندن کیکسٹن ہال میں ایک خصوصی تقریب ہوئی جس میں خواتین کے حقوق کی ایک بلند پایہ اور فعال رہنما آگا تھا ہیریسن (1885ء تا 1954ء) نے اپنے خطاب میں بانی پاکستان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ جب جناح لندن میں طالب علم تھے تو تحریک نسواں ابھی اڑان بھر رہی تھی۔ نوجوان جناح ہماری مجالس میں آتے اور خواتین کے حق رائے دہی کے لیے بات کرتے تھے۔ اس غیر مقبول مقصد کے لیے وکالت کر کے وہ خوف زدہ نہ تھے۔(3)

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کی تحریک میں کئی خواتین نے نمایاں کردار ادا کیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لیے مسلمان مرد رہنماؤں کی طرح متحرک رہنے والی خواتین میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جوہر کی والدہ بی

---

(1) "9 Contemporary Pakistani Women Writers We Have Unearthed For You To Explore In 2018!". Women's,Web: For Women Who Do. 2017-12-26. Retrieved: Dec 05, 2020.

(2) مہناز رفیع، برصغیر کی خواتین تحریکیں، روزنامہ نوائے وقت، مورخہ 28 اگست 2009ء۔

(3) Founding Father: Jinnah and women's emancipation, daily Dawn, Dec 23, 2008.

امّاں، بیگم مولانا محمد علی جوہر، قائد اعظم کی ہمشیرہ مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح، قائد ملت کی بیگم رعنا لیاقت علی خان کے علاوہ مختلف سیاسی شخصیات کے اہل خانہ میں سے بیگم شائستہ اکرام اللہ، بیگم قاضی عیسیٰ، بیگم سلمیٰ تصدق حسین، لیڈی نصرت عبداللہ ہارون، بیگم مہر النساء، بیگم قاضی منیر احمد خان، بیگم نذیر طلاء محمد، صاحبزادی محمودہ بیگم، بیگم پاشا صوفی، بیگم زری سرفراز اور فاطمہ بیگم کے قابل فخر نام شامل ہیں۔ جن کے ساتھ سول سیکرٹریٹ کی عمارت پر مسلم لیگ کا پرچم لہرانے والی فاطمہ صغریٰ کو کبھی نہیں بھلایا جاسکتا۔

مرحومہ فاطمہ جناح قائداعظم کی چھوٹی بہن تھیں پیشے کے اعتبار سے دانتوں کی معالجہ تھیں۔ تحریک پاکستان میں مسلم خواتین کو متحرک کرنے کے لیے آپ نے اپنے پیشے کو خیر باد کہہ کر اپنے عظیم بھائی کے ساتھ شانہ بشانہ کام کیا دن رات ایک کر کے ملک کے طول وعرض کے دورے کیے اور قیام پاکستان کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

لیڈی نصرت عبداللہ ہارون 9 فروری 1896ء کو ایران کے شہر کرمان میں پیدا ہوئیں، بیگم نصرت ہارون نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز 1919ء میں صوبہ سندھ میں تحریک خلافت سے کیا اور سندھ بھر کا دورہ کیا، خواتین میں شعور اجاگر کیا۔ بیگم نصرت ہارون محترمہ بی اماں، بیگم مولانا محمد علی جوہر کی مہمان نوازی بھی کرتی تھیں۔ وہ مسلم لیگ کے اجلاس میں شریک ہوتیں، سندھ صوبائی مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی رکن بھی نامزد ہوئیں۔ قیام پاکستان کے بعد بیگم نصرت ہارون نے خود کو خواتین کی سماجی ومعاشی حالت بہتر بنانے کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے اپنے مقصد کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں سکول، کالج اور یتیم خانے کھولے جو سر عبداللہ ہارون ٹرسٹ کے نام سے کام کر رہے ہیں اور کار خیر کے ان کاموں اور انسانی خدمت کی وجہ سے ان کا نام آج بھی زندہ ہے۔(1)

بیگم رعنا لیاقت علی خان نے پاکستان ویمن نیشنل گارڈز (پی ڈبلیو این جی) کی بنیاد رکھی، اور پاکستان ویمن بحری ذخائر کے قیام میں مدد دی۔ بیگم رعنا لیاقت علی خان فروری 1910ء میں پیدا ہوئیں، اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں، 1929ء میں انہوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے سوشیالوجی اور معاشیات کے مضامین میں اوّل پوزیشن کے ساتھ ایم۔ اے کیا۔ قیام پاکستان کے دو سال بعد بھی کراچی میں زیادہ نرسیں موجود نہیں تھیں، آپ نے فوج سے درخواست کی کہ وہ خواتین کو ٹیکے لگانے اور ابتدائی طبّی امداد دینے کے لئے تربیت دیں، جس کے نتیجے میں خواتین کے لئے پیرا ملٹری فورس بنی۔ اسی طرح نرسنگ بھی بہت سی لڑکیوں نے بطور پیشہ اپنا لیا۔ 1951ء میں اپنے شوہر کے قتل کے بعد بھی انہوں نے اپنے مشن کو جاری رکھا اور 1952 میں اقوام متحدہ میں پہلی

---

(1) مہناز رفیع، برصغیر کی خواتین تحریکیں، روزنامہ نوائے وقت، مورخہ 28 اگست 2009ء۔

خاتون مسلم مندوب بن گئیں۔ 1973ء سے 1976ء تک بیگم رعنا لیاقت علی خان نے سندھ کے گورنر کی حیثیت سے بھی ذمہ داریاں نبھائیں۔ بیگم رعنا لیاقت علی خان نے تقسیم کے دوران ہندوستان سے ہجرت کرنے والے مہاجرین کی مدد کی اور 1949ء میں آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن کیو منظم کیا۔(1)

پاکستانی تحریکوں کے اصلاحی مقاصد

آزادی سے پہلے برصغیر کی پہلی خواتین تحریک جس میں مسلم خواتین نے شرکت کی وہ ''تحریک اصلاح خواتین'' تھی۔ خواتین نے اپنے آپ کو منظم کر لیا تاکہ وہ خواتین کے حقوق کیلئے حمایت حاصل کر لیں اور ساتھ ہی خواتین کو اس وقت کی سیاست میں بھی متحرک کر سکیں۔(2)

بی اماں کا خاندان حریت پسندی میں شہرت رکھتا تھا۔ آپ کی پیدائش 1852ء میں ہوئی اور آپ کے والد ماجد نے جنگ آزادی 1857ء میں دین اور وطن کی خاطر بھرپور حصہ لیا اور شہادت پائی۔ آپ نے اسی جذبے کو اپنی اولاد میں پروان چڑھایا اور اسی لیے 1919ء میں چلنے والی تحریک خلافت میں آپ کے بیٹے جوہر برادران تحریک کے نمایاں رہنما بن کر ابھرے۔ بیگم شائستہ اکرام اللہ بنگال کے ایک عالی مرتبت سہروردی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی پیدائش جولائی 1915ء میں ہوئی، آپ نے انگریزی کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے 1933ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان امتیازی نمبروں س کے ساتھ پاس کیا اور اس کے بعد کنگز کالج لندن اور سکول آف اورینٹل سٹڈی سے وابستہ رہیں، بیگم شائستہ اکرام اللہ نے تعلیم نسواں اور ترقی نسواں کے لیے بہت کام کیا۔ خواتین میں تعلیم کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے بیگم شائستہ اکرام اللہ نے آل انڈیا ریڈیو سٹیشن، ریڈیو پاکستان اور بی بی سی سے بھی پیغامات جاری کئے۔(3)

قیام پاکستان کے بعد ہجرت کا مرحلہ بہت سنگین تھا۔ مسلم خواتین تقسیم کی وجہ سے سب سے بری طرح متاثر ہوئیں۔ بتایا جاتا ہے کہ اسس دوران پچھتر ہزار خواتین کو اغوا کیا گیا اور ان کے ساتھ جنسی زیادتی کی گئی۔ اس کے فوراً بعد فاطمہ جناح نے ویمن ریلیف کمیٹی تشکیل دی جو بعد ازاں ویمن ایسوسی ایشن میں تبدیل ہو گئی۔ فاطمہ جناح نے ایک خفیہ ریڈیو اسٹیشن بھی قائم

---

(1) "Feminism, sexuality and the rhetoric of Westernization in Pakistan: precarious citizenship ByMoon Charania"Retrieved: March 30, 2021, from www.taylorfrancis.com,

(2) مہناز رفیع، برصغیر کی خواتین تحریکیں، روزنامہ نوائے وقت، مورخہ 28 اگست 2009ء

(3) ماہنامہ دخترانِ اسلام، منہاج القرآن ویمن لیگ، اگست 2018ء، ص 17

کیااور 1965ء میں فوجی آمر ایوب خان کے خلاف صدارتی انتخاب میں حصہ لینے کے لئے خود ساختہ سیاسی سبکدوشی ختم کردی اور دوبارہ ملکی سیاست میں فعال ہوگئی۔(1)

اسلام پسند خواتین کی تحریکیں حقوق نسواں کی مغربی تحریکوں سے الگ سوچتی ہیں۔ پاکستان میں حقوق نسواں تحریک میں ایک اہم موڑ آگیااور عدم تصادم نجی اور شخصی بنیادوں پر اسلام کی تعلیمات میں رہتے ہوئے خواتین اسلام کو بااختیار بنانے کے موضوع پراسلام پسند خواتین بھی متفق نظر آتی ہیں اور یہ 11 ستمبر 2000ء کے بعد کی پیش رفت نہیں ہے بلکہ اس موضوع پر 1980ء کی دہائی سے جو مذاکرات چل رہے تھے اس کا نتیجہ ہے،اوراس جدوجہد کے نتیجے میں بہت سے ملکوں میں حقوق نسواں کو تحفظ مل گیا۔

حقوق نسواں کی دوسری لہرامتیازی مذہبی قوانین،آمریت، غیر سرکاری تنظیموں، گروہ بندی،رواں خواتین کی حالیہ عالمی تحریک کی وجہ سے ریاستی اور سیاسی جماعتوں کے باہمی اشتراک سے اس کی تاثیر اور تائید میں کمی ہوگئی ہے۔ابھی تک یہ سیاسی حکمت عملیوں کے ساتھ ساتھ سیکولر حقوق نسواں کی ذاتی اور مسلم شناخت کی اندرونی مطابقت رہی ہے جس نے اسلامی حقوق نسواں کو پاکستان میں حقوق نسواں کے ایجنڈے کی اصلاح کی اجازت دی ہے۔(2)

حقوق نسواں تحریک کی پاکستان میں دوسری لہر کے دوران اسلامی خواتین، غیر منتخب حکومتیں،غیر سرکاری تنظیمیں، گروہ بندی اور عالمی تحریک نسواں کی وجہ سے حکومتی اور سیاسی جماعتوں کے باہمی تعاون سے اس کی شدت میں کمی واقع ہوئی جس سے نسائی حقوق نسواں کو پاکستان میں خواتین کے حقوق کے ایجنڈے کو بہتر بنانے میں مدد ملی ہے۔

امتیازی سلوک کے خاتمے کے مقاصد

پاکستان ایک مسلم معاشرہ ہے۔بدقسمتی سے یہاں انگریز دور کی نوآبادیاتی نظام کی پالیسیاں جاری ہیں۔جب بھی سماج میں امتیاز اور طبقاتی کشمکش جنم لیتی ہے تو اس کا قصور دین و مذہب کی بدنامی کے پروپیگنڈے سے کیا جاتا ہے۔مادام کورٹنی ڈبلیو ہولینڈ امریکہ اور یورپ میں مقیم رہی۔یونیورسٹی آف پنسلوانیہ لا اسکول اور جارج ٹاؤن یونیورسٹی لاء اسکول کی فیکلٹی ممبر رہی ہیں۔اس نے خواتین کے حقوق، حقوق نسواں نظریہ،اور خواتین اور مذہب کے شعبوں میں اشاعتی کام کیا ہے۔اس کے مطابق پاکستان

(1) Moon Charania, Feminism, sexuality and the rhetoric of Westernization in Pakistan: Precarious Citizenship, Milton Park, Milton, UK, 2014, (318).
(2) South asian feminisms: negotiating new terrains by Afiya Shehrbano Zia, 2009 (29).

میں حکمرانوں کی جانب سے مختلف معاملات میں آئینی و قانونی دفعات پر عمل سے غفلت برتی جاتی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ پاکستان کی حکومت نے خواتین کے تحفظ کے لیے دباؤڈالنے میں متضاد رویہ رکھا ہے۔اگرچہ خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے کے لیے بین الاقوامی کنونشن کی توثیق کرنے والی کمیٹی نے تحفظات پیش کیے تھے جس میں ریاستوں سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کے خاتمے کے لئے بین الاقوامی اور اسلامی قانون کی پاسداری کرتے ہوئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعات کے مطابق مناسب اقدامات کریں۔(1)

مختاراں مائی،خواتین کی عصمت دری کی روک تھام اور خواتین کے حقوق کے لئے پاکستانی وکیل مانی جاتی ہیں۔مبینہ طور پر یہ خاتون دیہی پنچایت کے غیر انسانی اور دین، قانون اور شریعت سے بے بہرہ فیصلے کے بھینٹ چڑھ گئی تھی۔اس سے قبائلی تعصب برتا گیااور اسے اجتماعی طور بے آبرو کیا گیا۔اس زیادتی میں سماج کی کارکردگی انسانی تذلیل والی تھی۔جبر و تشدد کا ایک مظاہرہ خواتین پر تیزاب پھینکنے سے کیا جاتا ہے۔ایسی وارداتوں پر دستاویزی فلمیں بنانے والی آسکر ایوارڈ یافتہ مصنفہ اور ہدایتکارہ شرمین عبید چنائے مغرب کی پسندیدہ شخصیت ہے۔دیہی علاقوں میں خواتین کی تشخیص اور با اختیار بنانے کی سوسائٹی (SAWERA) کام کر رہی ہے۔ایک اور تحریک تیزاب پھینکنے کے واقعات کی روک تھام کرنے والا انٹرنیشنل ٹرسٹ کہلاتی ہے۔

ندا محمود، پہلی پاکستانی انگریزی شاعرہ تھی، جس نے اپنی نظموں کے ذریعے اپنا مافی الضمیر بیان کیا۔ملالہ یوسف زئی،خواتین کی تعلیم کے لئے پاکستانی سماجی کارکن اور اب تک کی سب سے کم عمر نوبل انعام یافتہ ہے۔پاکستان میں محور سے ہٹا ہوا ایک طبقہ بچیوں کی مغربی طرز تعلیم کا زبردست مخالف ہے۔ملالہ نے اس بارے میں جدوجہد کی اور مغرب کی آنکھوں کا تارا بن گئی۔اس نے لڑکیوں کی تعلیم کی کوشش کے اپنے مقصد کے لیے ملالہ فنڈ قائم کر رکھا ہے۔

خواتین کو خود مختار بنانے کے لیے کئی طرح کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ان میں کام کی جگہ پر جنسی ہراسانی کے خلاف اتحاد (آشا)،خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کی تمام اقسام کے خاتمے کے بارے میں کنونشن(CEDAW)،خواتین کی حیثیت سے متعلق قومی کمیشن(NCSW) اور خواتین کے حقوق کے لئے متحدہ محاذ(UFWA) نامی تنظیمیں نمایاں ہیں۔

---

(1) Howland, Courtney W. Religious Fundamentalisms and the Human Rights of Women. Macmillan, 1999 (12).

حقوقِ نسواں کی تحریکوں کی رائے ہے کہ مسلم دنیامیں شادی، بیاہ اور جنس کی بنیاد پر مرد و عورت کے درمیان واضح تفاوت موجود ہے خواتین کی قیادت نے اس پر سنجیدگی سے توجہ دلائی ہے۔ان کے مطابق وطن عزیز میں عصمت دری کو اکثر اوقات حکومتی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔اور اقلیتی خواتین بھی اسی رویے کا شکار ہیں۔ کئی تنظیمیں مختلف طبقات لے مسائل کو اجاگر کر رہی ہیں۔اس لحاظ سے اہم تحریکوں میں پاکستان میں ہم جنس پرستی(LGBT) کے حقوق، نیلی رگیں، شی میل ایسوسی ایشن برائے بنیادی حقوق(SAFAR)، اخوت خواجہ سراء پروگرام، وجود اور آل پاکستان ٹرانسجینڈر الیکشن نیٹ ورک(APTEN) زیادہ اہم ہیں۔

خواتین کے حقوق کی قانون سازی کے مقاصد

پاکستانی خواتین کی چند ایک تحریکیں آئین و دستور میں حقوق نسواں کے معیار کے مطابق ترامیم کرانا چاہتی ہیں۔ قانون سازی کے ذریعے ان کا مقاصد عورتوں کو مضبوط کرنا اور معاشرے میں ان کی آزادی کا انتظام کرانا ہے۔جب قانون سازی ہو جاتی ہے تو ان تحریکوں کے لیے میڈیا، عدالتوں اور دیگر ذرائع سے قانون نافذ کرنے والے اداروں پر دباؤ بڑھانا آسان ہو جاتا ہے۔ 1973ء سے لے کر 1981ء تک مختلف خواتین تنظیموں نے جنم لیا، نیشنل سٹوڈنٹ آرگنائزیشن کا ویمنز ونگ ٹریڈ یونین، یونائیٹڈ فرنٹ فار ویمنز رائٹس جس کا بنیادی مقصد خواتین رائے دہندگان کی بنیاد پر خواتین کیلئے مخصوص نشستوں کو آئین میں شامل کرانا تھا۔اس کے علاوہ عورت فاؤنڈیشن اور شرکت گاہ کی تنظیمیں تھیں جنہوں نے ضیاء الحق کے دور میں خواتین کے خلاف امتیازی قوانین ختم کرانے کے لیئے جدوجہد کی۔

حقوق نسواں کی تحریکوں کی رائے بن چکی ہے کہ بنیادی طور پر پاکستانی معاشرہ مرد کی حاکمیت کا عکاس ہے اور حکومت پاکستان کا رویہ بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہے لہذا مجھے لکھ لینے دیجیے کہ پاکستان میں خواتین کے حقوق کے بارے میں قانون سازی وقتاً فوقتاً تو ہوتی رہی مگر ان پر خلوص نیت سے کبھی عمل درآمد نہیں کیا گیا۔

قانون سازی کے بعد کے مرحلے کے بارے میں حقوق نسواں کی تحریکوں کی عورتیں نیا ہدف لے آتی ہیں۔ان تحریکوں کی خواتین سمجھتی ہیں کہ پاکستان میں مختلف معاملات میں آئینی و قانونی دفعات پر عمل درآمد سے غفلت برتی جاتی ہے۔رپورٹنگ کی کمی اور جرم کی پیچیدہ نوعیت کی وجہ سے جبری مذہبی تبدیلی اور دوسری شادی کے واقعات میں اضافے کا درست اندازہ لگانا مشکل

کام ہے۔اس لیے ایک محتاط تخمینے کے مطابق ہر سال100 سے700تک مسیحی لڑکیاں متاثرہ ہوتی ہیں۔قدیم تخمینے کے مطابق متاثرہ لڑکیوں کی تعداد300تک ہے۔(1)

پاکستان میں اقلیتوں اور خواتین کے بارے میں مغربی محققین کی رائے منفی ہے۔ایران، پاکستان اور ہندوستان میں صنفی تحقیق کی مغربی تحقیق کی رپورٹیں مایوس کن ہوتی ہیں۔ان میں نشاندہی کی جاتی ہے کہ مسلم دنیا میں شادی بیاہ، صنفی لحاظ سے قانونی عدم مساوات، نسائی اور بنیاد پرستی پائی جاتی ہے۔پاکستان میں عصمت دری کو اکثر اوقات ادارہ جاتی بنادیا جاتا ہے اور اس معاملے کو بعض اوقات ریاست کی واضح منظوری بھی ملتی ہے۔پاکستان میں مسیحی، ہندو، سکھ اور دیگر اقلیتوں کے ساتھ عصمت دری اور حملوں کا رویہ عام ہے۔(2)

پاکستان میں کئی ایک قانونی ماہرین کی تحریکیں حقوق نسواں کی علمبردار ہیں۔ان میں پاکستان خواتین وکلاء ایسوسی ایشن بھی شامل ہے۔پاکستان میں حقوق نسواں کے لحاظ سے سب سے نمایاں کام دستک نامی تحریک کا ہے۔یہ غیر سرکاری تنظیم عاصمہ جہانگیر سے منسوب ہے، جو ایک شخصیت اور تنظیم کا نام ہے جو حقوق انسانی اور حقوق نسواں کے لحاظ سے سب سے نمایاں ہے۔اس کی ہمشیرہ حنا جیلانی اس کے ہمراہ خدمات سرانجام دیتی ہے۔حنا جیلانی نے خواتین کے بارے میں امتیازی قوانین کے خلاف مہم چلانے والے ایک پریشر گروپ، ویمن ایکشن فورم کی (عاصمہ جہانگیر کے ہمراہ) بنیاد رکھی۔انہوں نے باہمی طور پر لاہور میں دستک کی بنیاد رکھی جو تشدد سے متاثرہ خواتین کو پناہ، قانونی اور دیگر مدد کی خدمات مہیا کرتی ہے اور صلاحیتوں میں اضافے اور وکالت کے لئے اقدامات کرتی ہے۔(3)

دینداری کے مقام کے تعین میں مقاصد

مغرب میں دین اور سیاست میں فرق برتا جاتا ہے۔اس کو لادینیت (☆) سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔پاکستان میں چند خواتین ایسی تحریک برپا کرنا چاہتی ہیں کہ دیسی خواتین کو مغربی ماحول میسر آئے۔زیادہ تر اس سوچ کی حامل خواتین مغرب اور اس کی تہذیب سے متاثر ہیں اور ان کی تحریریں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مغرب کے بارے میں نرم گوشہ رکھتی ہیں۔اپنے ان مقاصد کے حصول کے لیے وہ دینی نصوص پیش کرتی ہیں۔ان کی تعبیرات مسلم معاشرے میں بھی لادینیت کو فروغ دے رہی ہیں۔عاصمہ

(1) Hussain Ghulam, Caste and Class Politics in Muslims of South Asia, Journal of Sindhi Studies, JOSS, Brills, September 2020 (1).
(2) Shahla Haeri, No Shame for the Sun: Lives of Professional Pakistani Women, Syracuse University Press ‹NY, 2002 (163).
(3) Retrieved: March 30, 2021 from http://dastakpk.org/

برلاس، اتھاچا کالج میں پاکستانی نژاد امریکی پروفیسر جن کی حقوق نسواں اور قرآن فہمی کے بارے میں (Believing (Women in Islam: Unreading Patriarchal Interpretations of the Qur'an نامی تالیف مغرب میں بہت مقبول ہے۔اسی طرح زیب النساء حمید اللہ، پاکستان کی پہلی خاتون کالم نگار اور مدیرہ، جامعۃ الازہر یونیورسٹی میں تقریر کرنے والی پہلی خاتون ہیں۔وہ (The Bull and the She Devil)کے عنوان سے لکھی گئی کتاب کی مؤلف ہیں۔اسی طرح ایک اور مغربیت پسند خاتون رفعت حسن ہے۔یہ پاکستانی نژاد امریکی مذہبی ماہر اور قرآن کی اسکالر کہلواتی ہے۔

اسلام پسند خواتین کی ناقد عافیہ شہر بانو ضیا کراچی میں مقیم ہے۔وہ ایک پاکستانی ماہر نسواں محقق، مصنف اور کارکن ہے۔ اس نے اسلامی سیاق و سباق میں جنسی جرائم، مقابلہ برائے حقوق نسواں، ایشیا میں صنف اور اسلام جیسے مقالات، تصانیف اور مسابقتی مضامین میں تحریری حصہ لیا ہے۔اس کے کئی مضامین فیمنسٹ ریویو اور انٹرنیشنل فیمنسٹ جرنل آف پولیٹکس میں شائع ہوئے ہیں۔وہ حبیب یونیورسٹی، کراچی میں پڑھاتی ہے اور ویمن ایکشن فورم کی ایک سرگرم رکن ہے۔عافیہ ضیاء کا کہنا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نئی نسوانیت کے عروج سے حقوق نسواں کے سیاسی مکالمے میں ایک اہم موڑ آگیا ہے۔اس کی بنیاد اسلامی مکالمہ، غیر ضروری محاذ آرائی، نجی اور شخصی ہے، جس کا مقصد اسلام کے اندر رہتے ہوئے خواتین کو بااختیار بنانا ہے۔یہ نائن الیون کے بعد کی ترقی نہیں بلکہ اس مسئلے پر حل طلب مباحثوں کا نتیجہ ہے۔یہ مسئلہ 1980ء کی دہائی کی مضبوط لادینی حقوق نسواں کی تحریک کے مذہب پر مبنی حقوق نسواں دلائل دینے کی وجہ سے رہا ہے جس نے ایسی آوازوں کو حقوق نسواں کو قانونی حیثیت دے کر اپنی پسماندگی کی راہ ہموار کر دی۔(1)

☆☆☆☆☆☆☆☆

(1) Zia, Afiya Shehrbano,South Asian Feminisms: negotiating new terrains, Feminist Review, No. 91, Sage Publications Inc, 2009 (29).